Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
(Bi-Annual) Trilingual: Urdu, Arabic and English
ISSN: 2707-1200 (Print) 2707-1219 (Electronic)
Home Page: http://www.arjish.com
Approved by HEC in "Y" Category
Indexed with: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.
Published by the Al-Khadim Foundation which is a registered organization under the Societies Registration ACT.XXI of 1860 of Pakistan
Website: www.arjish.com
Copyright Al Khadim Foundation All Rights Reserved © 2020
This work is licensed under a
Creative Commons Attribution 4.0 International License

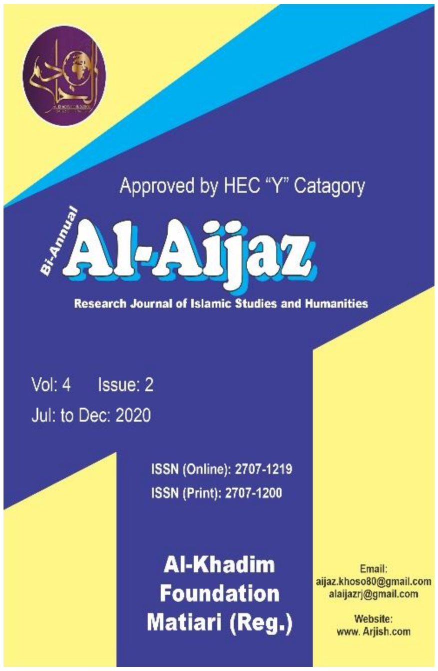

TOPIC:

The Juristic Decisions and Resolutions about Modern Islamic Finance and economics issued by Islamic Fiqh academy India

AUTHORS:

1. Sajjad Ahmed, Ph.D Research Scholar, Department of Quran wa Sunnah, University of Karachi.
Email: sajjadasmc@gmail.com, ORCID: https://orcid.org/0000-0002-4442-4871
2. Dr. Muhammad Shahbaz Manj, Assistant Professor, Department of Islamic Studies and Arabic Studies, University of Sargodha, Sargodha.
Email: drshahbazuos@hotmail.com, ORICD: https://orcid.org/0000-0002-4641-3666

How to cite:
Ahmed, S., & Manj, M. S. . (2020). U-2 The Juristic Decisions and Resolutions about Modern Islamic Finance and economics issued by Islamic Fiqh academy India. Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities, 4(2), 25-48.
https://doi.org/10.53575/u2.v4.02(20).25-48
URL: http://www.arjish.com/index.php/arjish/article/view/140

QR Code

Vol: 4, No. 1 | January to June 2020 | Page: 25-48
Published online: 2020-09-10

اسلامی مالیات اور جدید معاشی مسائل پر اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا کی فقہی آراء کا جائزہ

The Juristic Decisions and Resolutions about Modern Islamic Finance and economics issued by Islamic Fiqh academy India.

Sajjad Ahmed*
Dr. Muhammad Shahbaz Manj**

Abstract

According to the Quran and Sunnah, the Sharīʻah ruling for the new incidents derived by the process of Ijtihad. From the Sharīʻah sources, ijtihad is a prerequisite for the survival of Islam law in a modern world. It plays a crucial role in applying Shariʻah to contemporary society. Ijtihad is categorized into two types as individually as well as collectively. In the era of globalization and specialization, the collective method of ijtihad is preferably required to be embraced. Collective Ijtihad is a practical mechanism for determining the Shariʻah's opinion on modern issues facing Muslim communities (ummah) on a multiplicity of current issues. It explores the practical framework of this kind of ijtihad and its application by discussing the Islamic Fiqh Academy (IFA) India that practice it. The main objective of IFA was to provide solutions through a collective effort of religious scholars to solve the contemporary legal and ethical problems Muslim societies faced. IFA was established in 1989 in Dehli, so far successfully brought together a large number of religious scholars (ʻulamāʾ) and collaborates with a global network of several Islamic institutions with similar objectives. In the seminars discuss all matters from the perspective of Islamic law in a bid to find acceptable solutions. As of 2017 IFA has conducted 27 seminars in different cities of India whereas addressed almost 135 crucial issues such as Islamic Business contracts, Islamic finance, economics, medical ethics, insurance, divorce given by a drunkard and given in the state of intense anger, interfaith relations, and dialogues collective issues have been discussed and its decisions are valued all over the world. By discussing the IBF, the objective is to high light the contemporary collective Ijtihād in Fiqh of finance in light of the guidelines provided by the Sharīʻah.

Keywords: Ijtihad, Collective Ijtihad, Fiqh academy, Islamic Finance ،Juristic Decisions, Fiqhi Resolutions.

اسلامی فقہ اکیڈمی، انڈیا جسے عربی میں مجمع الفقہ الاسلامی الہند اور انگریزی میں Islamic Fiqh Academy India کہتے ہیں۔ ۱۹۸۹ء میں اس کی تشکیل عمل میں آئی، جبکہ باضابطہ رجسٹریشن جون ۱۹۹۰ء میں ہوئی۔ اسلامی فقہ اکیڈمی کا دفتر نیو دہلی، انڈیا میں ہے۔ (1) اکیڈمی کی مجلس اساسی ۷ا امتاز ماہرین فقہ پر مشتمل ہے باقی فقہی سیمیناروں میں علماء اور فقہاء کے علاوہ دیگر ارباب علم و دانش، میڈیکل سائنس، معاشیات، سماجیات اور نفسیات کے ماہرین کو بھی مدعو کیا جاتا ہے

تاریخی پس منظر

* Ph.D Reaserach Scholar, Department of Quran wa Sunnah, University of Karachi.
Email: sajjadasmc@gmail.com, ORCID: https://orcid.org/0000-0002-4442-4871
** Assistant Professor, Department of Islamic Studies and Arabic Studies, University of Sargodha, Sargodha.
Email: drshahbazuos@hotmail.com, ORICD: https://orcid.org/0000-0002-4641-3666

برصغیر پاک وہند میں فقہی مسائل میں اجتماعی غور وخوض کی با قاعدہ روایت کا جائزہ لیا جائے تو شاید پہلی صورت مغل بادشاہ اورنگزیب عالمگیر کے عہد میں ''فتاویٰ عالمگیری'' کی تدوین قرار پائے۔ پورے ملک سے منتخب علماء کی ایک کمیٹی بنائی گئی، جن کی اجتماعی وشورائی غور وفکر کے بعد فقہ حنفی کا یہ ایسا جامع انسائیکلوپیڈیا وجود میں آیا، جس کی نظیر اپنی عہد میں نہیں ملتی۔ اس کے بعد یعنی مسلمانوں کا اقتدار غروب ہونے کے بعد، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا ابوالحسن محمد سجادؒ اور مولانا مفتی کفایت اللہؒ کے زیر سایہ ایک سماجی مسئلے کے اندر عمدہ کوشش سرانجام پائی، جس کے نتیجہ میں ''الحیلۃ الناجزۃ اور انفساخ نکاح مسلم ایکٹ'' کی ترتیب عمل میں آئی۔

انڈیا میں اجتماعی فتویٰ وشورائی فقہی کمیٹی کی کاوشوں کے لیے دو مرتبہ علماء کی با قاعدہ جماعت سامنے آئیں اور انہوں نے اپنی بساط کے مطابق کام کیا۔ پہلی کوشش انگریز دورِ حکومت میں، حضرت شیخ الہند محمود حسن کے شاگردِ رشید مولانا محمد میاںؒ نے جمعیت علمائے ہند کے تحت ''ادراۃ المباحث الفقہیہ'' قائم کرکے فرمائی۔ دوسری کوشش حضرت مولانا ابوالحسن ندویؒ نے فرمائی، آپ کی تحریک پر دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو کے زیر اہتمام ''مجلس تحقیقاتِ شرعیہ'' کا قیام ۱۹۶۳ء میں عمل میں آیا۔ مجلس کے ذمہ داران میں سے مولانا محمد اسحاق سندیلوی اور مولانا محمد برہان الدین سنبھلی کا نام گرامی مشہور ہیں۔ اس مجلس کے زیر اہتمام رویت ہلال انشورنس اور نس بندی (فیملی پلاننگ) کے عصری مسائل پر اجتماعی نشستیں ہوئی اور بعض اہم فیصلے بھی منعقد ہوئے لیکن یہ سلسلہ زیادہ دیر نہیں چلا۔

یہ دونوں کاوششیں اور ادارے مختلف وجوہات کی بناء پر نا زیادہ دیر پا ثابت ہوئی اور نا ہی وسیع پیمانے پر نتیجہ خیز! اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا کے جنرل سیکرٹری مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مد ظلہ ان کاوشوں کا تعارف کروانے کے بعد، ان وجوہات کے بارے لکھتے ہیں:

'' یہ دونوں ادارے نئے مسائل کے حل میں فعال کردار اس لیے ادا نہیں کر پائے کہ دوسرے بڑے اداروں یا تنظیموں کے ساتھ ان کی حیثیت ضمنی داروں کی تھی اور اس کی کاوش کا دائرہ ادارے کے متعلقین ومتفقین تک محدود تھا۔ ''(2)

اسلامی فقہ اکیڈمی کے قیام کی ضرورت واہمیت

جدید تہذیب وتمدن سے جنم لینے والے حالات کی وجہ سے معاشرے کے اندر انقلابی تبدیلیاں تیزی سے رونما ہونے لگی، سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی نے نئے افق پیدا کیے، دنیا ایک گلوبل بستی بن گئی، معاشی اور اقتصادی امور کے سیکڑوں سوالات پیدا ہونے لگے جس کے لیے لوگ علماء ومفتیان کے طرف لوگ رجوع کرنے لگے۔ اس ماحول میں علمائے ہند نے اجتماعی وشورائی غور وفکر کے لیے فعال اور منظم ادارہ کی اشد ضرورت کو محسوس کیا۔ اسلامی فقہ اکیڈمی کے بانی مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ فرماتے ہیں کہ :

'' موجودہ حالات یہ ہیں کہ معاشرے میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔۔۔۔ نئی ترقیات نے نئے مسائل کھڑے کیے۔۔ دوسری طرف ایسی جامع شخصیتوں کا فقدان ہو گیا جو علم وتحقیق کی بنیاد پر ان مسائل کو حل کر سکیں اور جن کا تنہا فتویٰ بھی مسلم معاشرے میں قابل قبول ہو۔۔ اس لیے ضرورت تھی کہ اجتماعی فکر کی بنیاد ڈالی جائے اور علماء واصحابِ دانش باہمی تبادلہ خیال کے ذریعہ ان مسائل کا ایسا حل نکالیں جو اصول شرع سے ہم آہنگ ہو اور فکری شذوذ سے پاک۔ یہی وہ مقصد تھا جس کے لیے ''مجمع الفقہ الاسلامی الھند'' تشکیل عمل میں آئی۔ ''(3)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب فقہ اکیڈمی انڈیا کے قیام کی اہمیت کے بارے لکھتے ہیں کہ :

'' اسی پس منظر میں حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلامؒ نے ۱۹۸۹ء میں اسلامک فقہ اکیڈمی کی بنیاد رکھی، جس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے پورے خطے میں ایک نئی علمی امنگ، ذوقِ تحقیق، اعتدالِ فکر اور فقہی تحریک کو وجود بخشا۔ اکیڈمی کے فقہی مجلات جن کی پوری دنیا میں تحسین کی جارہی ہے اور جن کے حوالے سے اہل علم اپنی تحقیقات کو پیش کر رہے ہیں، اس کے شاہد عدل ہیں۔''(4)

علمی و تحقیقی سرگرمیاں

اکیڈمی کی علمی، تربیتی اور تحقیقی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ مخطوطات پر تحقیق، کتابوں کے تراجم، مدارس کے طلباء کے لیے تربیتی کورس و فضلاء کے لیے عصری موضوعات پر تحقیقی مقالات و محاضرات کا انعقاد، اور پیش آمدہ جدید مسائل پر اجتماعی غور و فکر کے لیے وسیع پیمانے پر فقہی سیمینار و تربیتی کیمپوں کا انعقاد وغیرہ۔ فقہی سیمینارز کے علاوہ ۳۳ تربیتی پروگرام اور ۴۰ توسیعی خطبات کا بھی اہتمام کیا ہے اور بیرون ملک کے علماء کو ایک نیٹ ورک میں لایا ہے۔

فقہی سیمینارز :

قیام سے لیکر اب تک (۱۹۹۰ء تا ۲۰۱۷ء)، ۲۷ فقہی سیمینارز منعقد ہو چکے ہیں، جن میں مجموعی ۱۳۵ مسائل پر غور خوض کیا گیا ہے۔ ان سیمیناروں کی تجاویز ''اہم فقہی فیصلے'' کے نام سے کتابی صورت میں طبع ہو چکی ہیں۔ ہر سیمینار کی روئداد اور تحقیقی مقالات کو جہاں الگ الگ جلدوں میں شایع کیا گیا ہے تو وہی موضوعاتی ترتیب سے بھی اکیڈمی کے فیصلوں کو کتابی صورت میں طبع کیا گیا ہے۔(5) اکیڈمی کا پہلا سیمینار اپنی نوعیت کا پہلا فقہی سیمینار تھا جس کی کافی پذیرائی ہوئی۔(6)

نئے پیش آمدہ مسائل مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے

اسلامی فقہ اکیڈمی، انڈیا ستائیس سالہ عمر میں ۱۳۰ مسائل پر ۲۴۷ تجاویز پیش کی گئی اور ان سیمیناروں میں تقریباً ۵۰۰۰ ہزار مقالے پیش کیے گئے اور ان مقالات کے ۱۳۰ مجموعے شائع ہو چکے ہیں، نیز اکیڈمی نے اب تک ۲۴۰ کتابیں بھی شائع کی ہے۔ موضوعات کا تعلق جن کا تعلق زندگی کے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے ہے۔(7)

دور حاضر میں پیش آمدہ اجتہادی مسائل کے حوالے سے علماء کو کئی جدید چیلنجز کا سامنا ہے، جن میں سے چند درج ذیل ہیں :

(۱) اصولی مسائل، عقائد و عبادات : قادیانیت، رویت ہلال، توہین رسالت کی سزا وغیرہ۔

(۲) طبّی و سائنسی مسائل : اعضاء کی پیوند کاری، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، خاندانی منصوبہ بندی، اور کلوننگ، ایڈز سے متعلقہ احکام وغیرہ۔

(۳) اقتصادی و معاشی مسائل : انشورنس، اسٹاک ایکسچینج، کریڈٹ کارڈ، سود اور بینکاری کی شرعی حیثیت کا تعین کرنا۔

(۴) جدید ایجادات : ٹی وی، انٹرنیٹ، کمپیوٹر اور دیگر جدید ایجادات کی شرعی حیثیت کا تعین کرنا۔

(۵) قانون سازی : ملکی قوانین کو اسلامی قانون سے ہم آہنگ کرنا، مثلاً حدود اور قصاص و دیت کے مسائل۔

(۶) عائلی زندگی: عائلی زندگی سے متعلق احکام یعنی نکاح، طلاق، خلع اور وراثت کے مسائل وغیرہ۔

اسلامی مالیات وبنکاری کے حوالے سے فیصلے

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی جدید معاشی مسائل اور اسلامی مالیاتی امور کے حوالے سے گراں قدر کاوشوں اور تحقیقی فیصلوں کو کافی پذیرائی ملی ہے۔ ہم اپنے اس مقالہ میں اسلامی مالیات، بینکاری اور جدید اقتصادی مسائل کے متعلق اکیڈمی سے جاری کردہ فتاوی و فقہی آراء کو موضوع بحث بنائیں گے۔

درج ذیل عنوانات اور ذیلی عنوانات کے تحت ان فقہی آراء کو پیش کرتے ہیں:

الف۔ اسلامی مالیات وبنکاری کے حوالے سے فیصلے

ا۔ ربوا، تجارتی سود اور بینک انٹرسٹ

فقہ اکیڈمی انڈیا نے ۸۔۱۱ جمادی الاول ۱۴۱۰ھ مطابق ۸۔۱۱ دسمبر ۱۹۸۹ء دہلی میں منعقد اپنے دوسرے فقہی سمینار میں سود (انٹرسٹ) کے حوالے سے اجتماعی غور وخوض کیا گیا اور تین فیصلے منظور کیے۔ پہلا فیصلہ بنک انٹرسٹ کے بارے میں، دوسرا فیصلہ تجارتی سود کے بارے اور تیسرا فیصلہ سود (ربٰو) کے متعلق ہے۔ تینوں فیصلوں کے بارے اجتماعی ومتفقہ رائے قائم ہوئی۔ ہمارے ہاں بعض اہل علم کی رائے یہ رہی ہے کہ ہر طرح کے سود کو حرام قراد دینا درست نہیں ہے۔ ان حضرات کے نزدیک سود لینے کا محرک اور سبب سامنے رکھ کر فقہی حکم لگانا ضروری ہے۔ جدید دور میں تجارت اور کاروبار کے بڑھوتری کے لیے لیا گیا قرض اُس قرض سے مختلف ہے جو انسان اپنی بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لیے لیتا ہے، چونکہ وہ کمزور اور غریب انسان کے ساتھ سخت ظلم وزیادتی ہے۔ اکیڈمی نے متفقہ رائے سے ہر طرح کے سود کو حرام قرار دیا اور درج ذیل فیصلے کیے:

تجارتی سود کا حکم

سود خواہ ذاتی مصارف کے قرضوں پر لیا دیا جائے یا تجارتی وکاروباری قرضوں پر، شریعت اسلامیہ کی نظر میں بہر حال حرام ہے۔ یہ سمجھنا کہ سود کی حرمت کا اطلاق تجارتی وکاروباری قرضوں پر نہیں ہوتا قطعاً غلط ہے۔ نیز یہ خیال کہ تجارتی وکاروباری قرجوں کا وجود نزولِ قرآن میں نہیں پایا جاتا تو اس لیے حرمتِ ربوا کا اطلاق ان پر نہیں ہوگا، کسی طرح درست نہیں۔ یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ تجارتی وکاروباری مقاصد کے لیے سودی لین دین عرب جاہلیت نیز ان قوموں میں جن سے جاہلی عربوں کے تجارتی روابط تھے رائج اور شائع تھے، چنانچہ تجارتی وکاروباری مقاصد کے لیے سودی لین دین تحریمِ ربوا کا اولین مورد ہے۔ اس کے علاوہ بالفرض اگر تجارتی وکاروباری مقاصد کے لیے سودی لین دین کا وجود زمانہ نزولِ قرآن میں نہ بھی پایا جاتا، تب بھی مستقل شرعی دلائل دونوں قسم کے قرضوں (ذاتی وشخصی اور تجارتی وکاروباری) پر اضافے یعنی سود کی حرمت کے بارے قائم ہیں۔ قرآن وسنت، اجماع وقیاس اور امتِ محمدیہ کا یہ عمل متوارث سب یہی بتاتے ہیں کہ حرمتِ ربوا کے بارے میں اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا کہ قرض لینے کا مقصد اور محرک کیا ہے؟

سود کی حرمت پر اس کا بھی کوئی اثر نہیں پڑتا کہ شرح سود کم ہے یا زیادہ، مناسب حد تک کم ہے یا نامناسب حد تک زیادہ۔ شریعت اسلامیہ میں اس بات کو تسلیم کرنے کی گنجائش نہیں کہ شرح سود اگر مناسب حد تک کم ہے تو سودی لین دین جائز ہے اور اگر نامناسب حد تک زیادہ ہے تو ناجائز، دلائلِ شرعیہ اس طرح کی کسی تفریق کی اجازت نہیں دیتے۔ (8)

حرمتِ سود

(الف) ربوا (سود) قطعی حرام ہے اور جس طرح سود لینا حرام ہے، اسی طرح سود دینا بھی حرام ہے۔

(ب) سود ادا کرنے کی حرمت بذات خو نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ یہ سود خواری کا ذریعہ ہے اس لیے بعض خاص حالات میں عذر کی بنیاد پر سود ادا کر کے قرض لینے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ کون سا عذر معتبر ہے اور کون سا نہیں، اور کون سی حاجت قابل لحاظ ہے اور کون سی قابل لحاظ نہیں، اس سلسلہ میں معتمد اصحابِ افتاء کے مشورہ پر عمل کیا جائے۔

سرکاری قرضے اور سرکاری اداروں کا سود

(الف) ہندوستان میں محض سرکاری قرضے ایسے ہیں جن پر سرکار کی طرف سے چھوٹ دی جاتی ہے اور سود کے نام سے اضافی رقم بھی لی جاتی ہے، اگر سود کے نام سے لی جانے والی اضافی رقم کے مساوی ہو یا اس سے کم ہو تو اضافی رقم شرعاً سود نہیں۔

(ب) ہندوستان میں حکومت جب اراضی مملوکہ کو اکوائر کرتی ہے (یعنی بحکم سرکار وہ اراضی مفادِ عامہ کے لیے جبراً خریدی جاتی ہیں) اور حکومت اس کی قیمت مالکان اراضی کو اپنے ضابطوں کے پیشِ نظر اپنی منشا کے مطابق ادا کرتے ہیں۔ مالکان اراضی سرکاری حکم کے خلاف عدالتوں سے رجوع کرتے ہیں، عدالتیں عادلانہ قیمت کا تعین کرتی ہیں اور مالکان اراضی کو اکوزیشن کی تاریخ سے بذریعہ فیصلہ عدالت اس قیمت کے علاوہ اضافی رقم بھی سود کے نام سے دلاتی ہیں۔ سیمینار کی رائے میں یہ اضافی رقم سود نہیں بلکہ قیمت کا جزء ہے جس کا لینا اور اپنے مصرف میں خرچ کرنا جائز ہے۔

(ج) سرکاری بنکوں سے ملنے والے ترقیاتی قرضوں اور ان پر ادا کیے جانے والے سود کے مسئلہ پر ہندوستان کے مخصوص پس منظر میں غور کر کے کسی فیصلے تک پہنچنے کے لیے یہ سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی سے علماء و متخصصین کی ایک کمیٹی کی تشکیل کی سفارش کرتا ہے جو مسئلہ کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لے کر کسی نتیجہ پہنچے۔ (9)

بنک انٹرسٹ (Bank Interest)

شرکاء سمینار کی متفقہ رائے کے مطابق بنک انٹرسٹ سود (ربوا) ہے اور حتمی حرام ہے۔ باقی ایک مسئلہ کہ بنک کی طرف سے ملی ہوئی سودی رقم بنک سے نکالی جائے یا چھوڑ دی جائے؟ اور کس مصرف میں وہ رقم خرچ کی جائے، اس سلسلے میں درج ذیل فیصلے ہوئے:

(الف) بینکوں سے ملنے والی سود رقم کو بینکوں میں نہ چھوڑا جائے، بلکہ اسے نکال کر مندرجہ مصارف میں خرچ کیا جانا چاہیے:

(ب) بنک کے سود کی رقم کو بلانیت ثواب فقراء و مساکین پر خرچ کر دیا جائے، اس پر تمام ارکان کا اتفاق ہے۔

(ج) سود کی رقم کو مساجد اور اس کے متعلقات پر خرچ نہیں کیا جاسکتا۔

(د) اکثر شرکاء سمینار کی یہ رائے ہے کہ اس رقم کو صدقات واجبہ کے مصارف کے علاقہ رفاہ عام کے کاموں پر بھی خرچ کیا جاسکتا ہے۔ بعض حضرات کی رائے میں اس کے مصرف کو فقراء و مساکین تک محدود رکھنا چاہیے۔[10]

۲۔ کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت

اکیڈمی کے دوسرے سمینار (منعقدہ ۸۔۱۱ جمادی الاول ۱۴۱۰ھ مطابق ۸۔۱۱ دسمبر ۱۹۸۹ء بمقام دہلی) میں کرنسی نوٹ کا معاملہ زیر بحث آیا کہ موجودہ دور میں سونا چاندی ذریعہ تبادلہ نہیں رہا اور کاغذی نوٹ نے ذریعہ تبادلہ ہونے میں سونے چاندی کی جگہ لے لی ہے، حکومت کے قوانین بھی کاغذی نوٹوں کی مکمل طور پر ثمن کی حیثیت دیتے ہیں اور بحیثیت ثمن نوٹوں کو قبول کرنا لازم قرار دیتے ہیں، غرض کہ کاغذی نوٹوں کی حیثیت عرف اور رواج میں زر قانونی کی ہوگئی ہے۔ کرنسی کے ہمہ گیر رواج نے شرعی اور فقہی مسائل پیدا کیے۔ ان میں مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینے اور غور و خوض کرنے کے بعد شرکاء سمینار درج ذیل نکات پر متفق ہوئے:

(۱) کرنسی نوٹ سند و حوالہ نہیں ہے بلکہ ثمن ہے اور اسلامی شریعت کی نظر میں کرنسی نوٹ کی حیثیت زرِ اصطلاحی کی ہے۔

(۲) عصر حاضر میں نوٹوں نے ذریعہ تبادلہ ہونے میں مکمل طور پر زر خلقی (سونا چاندی) کی جگہ لے لی ہے اور باہمی لین دین نوٹوں کے ذریعہ انجام پاتا ہے، اس لیے کرنسی نوٹ بھی احکام میں ثمن حقیقی کے مشابہ ہے، لہذا ایک ملک کی کرنسی کا تبادلہ اسی ملک کی کرنسی سے کمی بیشی کے ساتھ نہ تو نقد جائز ہے اور نہ ادھار۔[11]

۳۔ مختلف ممالک کی کرنسیوں کا تبادلہ

(۱) دو ملکوں کی کرنسیاں دو اجناس ہیں، اس لیے ایک ملک کی کرنسی کا تبادلہ دوسرے ملک کی کرنسی سے کمی و بیشی کے ساتھ حسب رضائے فریقین جائز ہے۔

(۲) کرنسی نوٹوں پر زکوۃ لازم ہے۔

(۳) نوٹوں میں زکوۃ کا نصاب، چاندی کے نصاب کی قیمت کے مساوی ہوگا۔

(۴) مؤخر مطالبات میں سے مہرِ مؤجل کی تعیین کی صورت میں مہر کو سونے چاندی کے ساتھ وابستہ کیا جائے تاکہ عورتوں کے حقوق کا تحفظ ہو سکے اور سکوں کی قوتِ خرید میں کمی (Inflation) کی وجہ سے ان کو نقصان نہ پہنچے۔[12]

اس کے بعد چوتھے سمینار (بتاریخ ۳۰۔۲۷ محرم، ۱۴۱۲ھ مطابق ۹۔۱۱ اگست، ۱۹۹۱ء بمقام حیدرآباد) میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ دو ملکوں کی کرنسیوں کے تبادلہ میں عوضین پر فوری قبضہ مجلسِ عقد میں ضروری ہے یا نہیں؟۔ شریک علماء کے دو رجحانات سامنے آئے۔

ایک رائے یہ ہے کہ مجلسِ عقد میں ہر دو عوض پر فوری قبضہ نہیں ہے، بلکہ ایک عوض پر قبضہ کافی ہے۔ کیونکہ نوٹوں کی شرعی حیثیت کلی طور پر سونے چاندی جیسی نہیں کہ یہ اعتباری اور اصطلاحی اثمان ہیں۔

علماء کی ایک جماعت اسے (کرنسی نوٹ کو) خلقی اثمان (سونے چاندی) کی طرح تصور کرتی ہے، اس لیے بدلین پر قبضہ کو مجلسِ عقد میں ضروری قرار دیتی ہے۔ البتہ یہ حضرات عام طور پر قبضہ کی تعریف کو وسیع کرتے ہوئے ڈرافٹ اور چیک کے حصول کو اصل بدل پر قبضہ کے مترادف قرار دیتے ہیں۔ اکیڈمی نے ہر دو آراء کو سامنے رکھتے ہوئے طے کیا کہ دو ملکوں کی کرنسیوں کے اُدھار تبادلے میں بہر حال احتیاط برتی جائے، لیکن واقعی حاجت اور ضرورت کی صورت میں اول الذکر رائے پر عمل کیا جاسکتا ہے۔(13)

۴۔ قرضوں کی اشاریہ بندی (Indexation of Loan)

موضوع زیر بحث پر پہلی مرتبہ فقہی اکیڈمی کے دوسرے سمینار میں کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت کے ضمن میں بات ہوئی کہ مؤخر مطالبات کی صورتوں میں کرنسی نوٹ کی قوتِ خرید (Purchasing power) اور قدر و قیمت میں ہونے والے اتار چڑھاؤ کا احکام شرعیہ میں اعتبار کیا جائے یا نہیں؟ اس سلسلے میں شرکاء سمینار کے درمیان دو نقطہائے نظر پائے گیے، اس لیے کمیٹی کی رائے میں مزید غور و فکر کرکے حتمی فیصلہ بعد میں کیا جائے گا۔(14)

بعد ازاں اکیڈمی کے انیسویں فقہی سمینار بتاریخ ۳۰-۲۷ صفر المظفر ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۵-۲۱ فروری ۲۰۱۰ء بمقام ہانسوٹ، گجرات میں اس مسئلے کے بارے میں مندرجہ ذیل فیصلہ کیا گیا۔

(۱) مؤخر مطالبات اور بقایاجات کی قیمتوں کے اشاریہ یا سونے چاندی کی قیمت سے مربوط کرنا درست نہیں، اس لیے کہ اشاریہ دقیق فنی اصولوں اور فنِ تخمین پر مبنی ہونے کی وجہ سے ناقابلِ عمل بھی ہے اور سخت نزاع کا باعث ہو سکتا ہے، نیز دونوں صورتوں میں ربا کا دروازہ بھی کھل سکتا ہے۔

(۲) بہتر ہے کہ مہرِ مؤجل سونے یا چاندی میں مقرر کیا جائے جیسا کہ اس سے پہلے بھی اکیڈمی فیصلہ کر چکی ہے، ایسی صورت میں بوقت ادائیگی مقررہ مقدار سونا یا چاندی ادا کرنا ہوگا۔ اگر اس وقت دونوں فریق اتنی مقدار سونا یا چاندی کی قیمت کے پیسوں کی ادائیگی پر اتفاق کرلیں تو یہ بھی جائز ہے۔ یہی حکم اس وقت بھی ہوگا جبکہ کسی شی کی اجرت یا قیمت سونے یا چاندی میں طے کی جائے۔(15)

۵۔ جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعہ عقود و معاملات

اکیڈمی کے تیرہویں فقہی سمینار بتاریخ ۱۵-۱۲ محرم، ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۳-۱۶ اپریل ۲۰۰۱ء بمقام کٹولی، لکھنو میں ''جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعہ عقود و معاملات'' کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ اتفاقِ رائے سے درج ذیل فیصلے کیے گئے:

(۱) ''مجلس'' سے مراد وہ حالت ہے جس میں عاقدین کسی معاملے کو طے کرنے میں مشغول ہوں۔ ''اتحادِ مجلس'' کا مقصد ایک ہی وقت میں ایجاب کا قبول سے مربوط ہونا ہے۔ اور ''اختلافِ مجلس'' سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی وقت میں ایجاب و قبول میں ارتباط کا تحقق نہ ہو سکے۔

(۲) الف۔ فون اور ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ بیع میں ایجاب و قبول معتبر ہوگا۔ انٹرنیٹ پر بھی اگر بیک وقت عاقدین موجود ہوں اور

ایجاب کے بعد فوراً دوسرے کی طرف سے قبول ظاہر ہو جائے تو بیع منعقد ہو جائے گی، اور ان صورتوں میں عاقدین کو متحد المجلس تصور کیا جائے گا۔

ب۔ اگر انٹرنیٹ پر ایک شخص نے بیع کی پیشکش کی، اور دوسرا شخص اس وقت انٹرنیٹ پر موجود نہیں تھا، بعد میں اِس نے اُس پیشکش کرنے والے کا پیغام حاصل کیا، یہ صورت تحریر و کتابت کے ذریعہ کی ہو گی اور جس وقت وہ دوسرا شخص اس پیشکش کو پڑھے اسی وقت اس کی جانب سے قبولیت کا اظہار ضروری ہو گا۔

(۳) اگر خریدار اور بائع نے اپنے معاملہ کو مخفی رکھنا چاہا اور اس کے لیے سکریٹ کوڈ استعمال کیا تو کسی شخص کے لیے اس معاملہ سے باخبر ہونے کی کوشش جائز نہیں ہو گی، البتہ کسی اور شخص کا حقِ شفعہ یا کوئی اور شرعی حق اس عقد بیع سے متعلق ہو تو اس کے لیے اس مخفی معاملہ کے بارے میں واقفیت حاصل کرنا درست ہے۔(16)

۶۔اسلامی مالیاتی ادارے

اکیڈمی کے چھٹے سمینار میں ''اسلامی مالیاتی ادارہ'' کا ایک مسئلہ زیر بحث آیا کہ حکومت کے ریزو بینک میں اسلامی مالیاتی ادارے کو اپنے سرمایہ کا ۵ فیصد حصہ سرکاری تمسکات میں محفوظ کرنا لازمی ہے، جس پر سود حکومت سود ادا کرتی ہے تو کیا کیا جائے؟۔ شرکاء سمینار کے نزدیک یہ صورت درست ہے بایں صورت کہ اس محفوظ سرمایہ پر ملنے والے سود کو بتدریج محفوظ سرمایہ بنا دیا جائے اور اصل سرمایہ دھیرے دھیرے نکال لیا جائے۔[17]

۷۔اسلامی بینکاری

اکیڈمی کے دوسرے فقہی سمینار[18] میں ہی ''اسلامی بنکاری'' کا موضوع زیر بحث آیا۔ آج کے دور میں اقتصادی امور اور مالیاتی نظام میں بینک ایک کلیدی حیثیت کا حامل ہے۔ بینک کا بنیادی کام تو فاضل سرمایہ کو جمع کر کے مختلف اقتصادی ضروریات کی تکمیل کے لیے سرمایہ فراہم کرنا ہوتا ہے اور قومی پیداوار میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔ مزید اس کے علاوہ بینکنگ ادارے متعدد ایسی خدمات بھی سرانجام دیتے ہیں جو تجارت، صنعت اور زراعت کے لیے ناگزیر ہیں۔ تو مسلمانوں کے لیے بھی معاشی جدوجہد اور سرمایہ کاری کے لیے موجودہ بینکاری کے طرف رجوع کرنا لازمی امر ہے، جبکہ یہ پورا نظام ہندوستان میں سود کی بنیاد پر قائم ہے۔

سودی نظام شریعت میں حرام ہونے کے ساتھ غیر عادلانہ اساس پر قائم ہے۔ سود پر رقم دینے والے کو ہر حال میں ایک متعین شرح سے منافع وصول ہوتا ہے جبکہ صاحب العمل کا منافع اس کی اقتصادی جدوجہد کی اونچ نیچ پر منحصر ہے۔ تو ایسا ظلم پر مبنی عقد، فاسد ہے۔ اس کے علاوہ موجودہ زمانے میں تفریقِ دولت اور ارتکازِ رمایہ کا مؤثر ترین ذریعہ بن گیا ہے، اس کے نتیجے میں معاشرہ میں قرض پر دینے جانے والے سرمایہ کو جو تسلط اور قاہرانہ حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ ہندوستانی مسلمان کا یہ فرض منصبی ہے کہ وہ معاشی سرگرمیوں کو بھی انہی بنیاد پر استوار

کرنے کی کوشش کریں تاکہ وہ اس نظامِ عدل و مساوات کے داعی بن سکیں اور دوسرے طرف اپنی معاشی اور معاشرتی زندگی کو بہتر اور مضبوط بنیادوں پر قائم رکھ سکیں۔

غیر سودی بنیادوں پر بینکنگ کے نظام کے لیے شریعت حقہ نے جو اصول و ضوابط عطا فرمائے ہیں وہ موجودہ دور کے مسائل کا بہتر حل پیش کرتے ہیں۔ بلکہ یقین ہے کہ اپنی کارکردگی کے اعتبار سے وہ موجودہ طریقِ تنظیم سے بہتر ہیں۔ ان کے اختیار کرنے سے معاشی حالت بھی بہتر ہوگی اور ایسا عادلانہ معاشرہ قائم ہوگا جس کا ہمارے ملک بدرجہ اولیٰ محتاج ہے۔ یہ سمینار سمجھتا ہے کہ مضاربت، مشارکت اور مرابحہ جیسے اصول سے قابلِ عمل اور بہتر نظامِ بینکنگ قائم کیا جاسکتا ہے، ایسا نظامِ مالیات اور سرمایہ کاری جو ملک کے لیے ایک پیغام بھی ثابت ہو اور قابلِ عمل نمونہ بھی۔

دور جدید کے متعدد مسائل اور سرمایہ کاری کے متعدد وسائل کے پیش نظر ان اصولوں کے انطباق کے انتھک جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اسلامی نظان بینکنگ کا خاکہ مرتب کرتے وقت مندرجہ ذیل اصولی ہدایات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

۱۔ اسلام سودی نظامِ تعاقد کی ہر شکل کو حرام قراد دیتا ہے۔

۲۔ اسلام مالیاتی اور اقتصادی عقد میں جانبین کے لیے عدل کو ضروری شرط قرار دیتا ہے، جس کا مقتضی یہ ہے کہ صاحب المال اور صاحب العمل دونوں کے ساتھ عدل ہو، صاحب المال منافع میں شریک ہو اور سرمایہ کے نقصان کا مکمل ذمہ دار قرار دیا جائے، جبکہ صاحب العمل (مستقرض) نفع میں شریک ہو اور بصورتِ نقصان وہ اپنی محنت کی اجرت سے محروم ہو۔

۳۔ زر کو وسیلہ سمجھا جائے نہ کہ مطلوب بالذات، جس طرح بضائع ضروریہ اور عیش و راحت کے سامان ہوتے ہیں۔

۴۔ سرمایہ کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھا جائے اور اس کے ذریعہ انسانوں کی حقیقی ضروریات اور ان کی مالی اور اقتصادی استعداد میں اضافہ کا ذریعہ بنایا جائے، برعکس موجودہ طریقِ تصرف کے، جہاں سرمایہ کو صاحب المال اور بینک اپنی ازدیادِ دولت کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔

۵۔ سرمایہ کی تقسیم اس طرح کی جائے کہ کمزور اور پس ماندہ طبقات کی معاشی حالت میں بہتری ہو اور نامنصفانہ تقسیم اور تفریقِ دولت میں کمی واقع ہو۔ اس اصول کے پیشِ نظر اسلامی بینکوں کو سرمایہ کی تقسیم اور فراہمی کرتے وقت ضروریات، تحسینیات اور کمالیات میں اول الذکر کو ترجیح دینا ہوگا، اور شرح منافع کے ساتھ اس امر کا لحاظ کرنا ہوگا کہ ملت کے کمزور اور ضعیف صاحبانِ استعداد کی ہمت افزائی کی جائے۔

۶۔ ان تمام وسائلِ تمویل سے احتراز کرنا ہوگا جو اگرچہ عصر حاضر میں مروج ہیں لیکن خیانت، دھوکہ اور کتمانِ حقیقت کے شاہکار ہیں۔

۷۔ ان اصولی ہدایات اور اسلامی نظامِ معیشت و معاشرت کے عمومی مقاصد، اس کی اخلاقی روح، دیانت و صداقت کی عملی اقدار کو بھی ملحوظ رکھنا ہوگا تاکہ یہ کوشش محض ایک میکانکی مشن نہ بن جائے بلکہ حقیقی معنوں میں جاری نظامِ منافعت، لوٹ کھسوٹ،

نفسانیت کی جگہ پر نظام رحمت اور باہمی خیر سگالی اور تعاون کا آئینہ دار ہو۔

اسی مقصد کے پیشِ نظر سمینار نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ماہرین اور علماء پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جائے جو شریعت کے مذکورہ اصولوں اور اس کی عمومی ہدایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہندوستان کے حالات اور مسلمانوں کے مسائل کے پیشِ نظر ایسا نظام مالیات تجویز کرے جو مسلمانوں کی امنگوں اور ان کی پسندیدہ اقدار کا آئینہ دار بھی ہو اور ان کے حقیقی معاشی مسائل کا حل بھی۔(19)

۸۔ شیئرز اور ان کی خرید و فروخت

کمپنیوں کے شیئرز کی خرید و فروخت کا شرعی حکم کیا ہے ؟ تو اس بارے میں اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا کے چھٹے فقہی سمینار میں شیئرز کی خرید و فروخت کا سوال زیر بحث آیا۔ فیصلے میں شیئرز کو دو قسموں میں تقسیم کر کے، درج ذیل فیصلہ ہوا(20):

(۱) ایسی کمپنیاں جن کا کاروبار خالص حلال ہے، اسلامی مالیاتی ادارہ یا کوئی بھی مسلمان ان کے شیئرز خرید سکتا ہے۔

(۲) ایسی کمپنیاں جن کا کاروبار خالص حرام ہے، ان کے شیئرز کی خریداری ہرگز جائز نہیں ہے۔

بعد ازاں اکیڈمی کے نویں سمینار (جے پور، ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹۹۶ء) میں یہ موضوع دوبارہ زیر بحث آیا تو مندرجہ ذیل فیصلے ہوئے:

(۱) کسی کمپنی کا خرید کردہ اکویٹی شیئر کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے، وہ محض اس بات کی دستاویز نہیں ہے بکہ اس نے کمپنی کو اتنی رقم دی ہے۔

(۲) ایسی کمپنیوں کے شیئرز کی ابتدائی خریداری جو ابھی سرمایہ اکٹھی کرنے کے مرحلے سے گزر رہی ہیں، شرعاً شیئرز کی خریداری نہیں بلکہ اس کمپنی میں شرکت ہے۔

(۳) عام طور پر کمپنیوں کی دوسری املاک نقد سرمایہ سے زیادہ ہوتی ہیں، اس لیے کمپنیز کے شیئرز کی خریداری درست ہے لیکن اگر معلوم ہو جائے کہ ادا کردہ نقد اس مقدارِ نقد کے برابر یا اس سے کم ہے جس کی شیئرز نمائندگی کرتا ہے تو ایسی صورت میں شیئرز کی خریداری اس کی قررہ قیمت سے کم یا زیادہ پر درست نہیں ہوگی

(۴) جن کمپنیوں کا بنیادی کاروبار حرام ہے، مثلاً شراب و خنزیر کے گوشت کی تجارت یا سودے قرضے دینا وغیرہ، ان کے شیئرز کی خرید و فروخت ناجائز ہے۔

(۵) شرکاء سمینار نے ہندوستان میں خالص اسلامی اصولِ تجارت پر مبنی ایسی کمپنیز کے قیام کیطرف متوجہ کیا یہ ہماری دینی ذمہ داری ہے۔ لیکن چونکہ فی الحال ایسی کمپنیاں ہندوستان میں موجود نہیں ہیں یا بہت کم ہیں اس لیے جن مسلمانوں کے پاس نقد سرمایہ ہو اور اپنے مخصوص حالات کی بنا پر ان کے لیے جائز تجارت میں اس سرمایہ کو لگانا قابل عمل نہ ہو ان کے لیے ایسی کمپنیز کے شیئرز خریدنے کی گنجائش ہے جنکا بنیادی کاروبار حلال ہو (مثلاً انجنیرنگ کے سامان یا عام استعمال کی مصرفی چیزیں تیار کرنا) اگرچہ انہیں بعض قانونی مجبوریاں کی وجہ سے سودی معاملات میں ملوث ہونا پڑتا ہے۔

(۶) ایسی کمپنیز جن کا بنیادی کاروبار حلال ہے لیکن وہ کمپنیز ضمنی طور پر بعض ناجائز تصرفات میں ملوث ہوتی ہیں، ان مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ شیئر ہولڈرس کی سالانی میٹنگز میں کمپنی کو افہام و تفہیم سے اس بات پر آمادہ کرے کہ ایسے ناجائز تصرفات سے اجتناب کیا جائے۔

(۷) اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو اور اس کی مقدار بھی معلوم ہو تو شیئرز ہولڈر کے منافع میں سے اس کے بقدر صدقہ بلانیت ثواب کر دینا ضروری ہے۔

(۸) اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو اور حاصل ہونے والی سودی آمدنی کو کاروبار میں لگا کر نفع کمایا گیا ہو تو جتنا فیصد کل آمدنی میں سود مخلوط ہو گیا ہے اسی تناسب سے ملنے والے منافع سے نکال کر بلانیت ثواب اپنی ملک سے نکال دینا ضروری ہے۔

نوٹ: دفعہ ۷ اور ۸ میں مولانا رئیس الاحرار ندوی صاحب کے نزدیک سود کی رقم غیر مسلم ہی کو دی جائے۔

(۹) کمپنی کی اپنی قانونی شخصیت ہے جو شیئر ہولڈرز کی اجتماعی حیثیت کی نمائندگی کرتی ہے، بورڈ آف ڈائرکٹرز کمپنی کے منتخب کردہ افراد کا مجموعہ ہے جو کمپنی کی طرف سے تصرفات کرتا ہے اور اس طرح شیئر ہولڈر کے مجموعے کا وکیل ہے لہذا بورڈ آف ڈائرکیٹرز کے تصرفات جو کمپنی کے مقرر کردہ اصول وضوابط کے حدود میں ہوں کی بالواسطہ ذمہ داری بھی شیئر ہولڈرز پر آتی ہے۔

(۱۰) حلال کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے شیئرز کی تجارت کرنا درست ہے،

(۱۱) فیوچر سیل (Future Sale) جس کا مقصد شیئرز خریدنا نہیں ہوتا بلکہ بڑھتے گھٹتے دام کے ساتھ نفع نقصان برابر کر لینا مقصود ہوتا ہے، اسلامی شریعت کی نگاہ میں ناجائز ہے، کیونکہ یہ کھلا ہوا جوا ہے۔

(۱۲) غائب سودے (Forward Sale) جس میں بیع تو ہو جاتی ہے لیکن اس کی اضافت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے۔ تو یہ بیع نہیں وعدہ بیع ہوا، اور مقررہ تاریخ آنے پر ایجاب وقبول ہونے کے بعد یہ بیع وجود میں آئے گی۔

(۱۳) حاضر سودے (Cash Sale- Spot Sale) میں شیئرز سرٹیفیکیٹ پر قبضہ سے پہلے خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہوگا۔

(۱۴) شیئرز سرٹیفکٹ حاصل ہونے کے بعد خریدار کا اس پر قبضہ متحقق ہو جاتا ہے، اگرچہ بعض انتظامی دشواریوں کی وجہ سے کمپنی میں اس کا نام اندراج نہ ہو سکا ہے، لہذا ایسے شیئرز کو خریدار فروخت کر سکتا ہے۔

(۱۵) جن شیئرز کی خرید وفروخت جائز ہے ان کی خرید فروخت میں بروکر کی حیثیت سے کام کرنا درست ہے، ناجائز اور حرام کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت میں بحیثیت بروکر کام کرنا جائز نہیں ہے۔(21)

۱۰۔ صکوک (Sukuk)

فقہ اکیڈمی انڈیا کے بائیسویں فقہی سمینار بتاریخ ۲۵-۲۷ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ مطابق ۹-۱۱ مارچ ۲۰۱۳ء بمقام امروہی، یوپی میں صکوک کا

مسئلہ زیر غور آیا۔اس معاملے میں مزید غور وخوض کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے حتمی فیصلہ مؤخر کیا گیا۔صکوک کے حوالے سے درج ذیل بات شرکاء کے سامنے ہوئی: موجودہ دور میں جو مالیاتی ادارے قائم ہوئے ہیں،ان میں سے بعض انسانی ضرورتیں اور معاشی مصلحتیں متعلق ہیں، نیز اپنے بنیادی مقاصد کے اعتبار سے وہ شریعتِ اسلامی کے مزاج و مذاق سے متصادم نہیں ہیں لیکن ان کے لیے ایسا طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے جس میں شرعی نقطہ نظر سے بعض مفاسد داخل ہو گئے ہیں، علماء اسلام کا فریضہ ہے کہ وہ ایسا متبادل پیش کریں، جو اپنے طریقہ کار کے اعتبار سے بھی شریعتِ اسلامی سے ہم آہنگ ہوں،اسی طرح کی ایک کوشش اسلامی مالیاتی اداروں نے سود پر مبنی بانڈز کے مقابلہ صکوک کی صورت میں کی ہے۔جس کی بنیاد مختلف شرعی عقود پر رکھی گئی ہے،تاہم اس کی صورت میں بہت تنوع ہے اور شرکاء سمینار کا احساس ہے کہ صورتِ مسئلہ کو مزید سمجھنے اور اس پر حکم شرعی کی تطبیق کے سلسلے میں مزید غور کرنے کی ضرورت ہے،اس لیے ''تجویز کمیٹی'' کی رپورٹ کو ریکارڈ کیا جاتا ہے اور اس مسئلہ کو مستقبل کے لیے موقوف رکھا جاتا ہے۔(22)

۱۱۔اسلامی تکافل

اسلامک فقہ اکیڈمی کے اکیسویں فقہی سمینار بتاریخ ۹۔۱۱ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ مطابق ۳۔۵ مارچ ۲۰۱۲ء بمقام اندور۔یوپی، میں ''اسلامی تکافل'' کے مسائل پر غور وخوض کیا گیا۔صنعتی انقلاب کے بعد جہاں معاشی ترقی کے وسیع تر مواقع پیدا ہوئے اور انسان کے لیے آسانیاں بڑھیں،وہیں مشینی انقلاب نے خطرات میں اضافہ کیا۔انسان فطری طور پر چاہتا ہے کہ ممکنہ تدابیر و اسباب کے ذریعہ ایسی پیش بندی کی جائے کہ خطرات سے ممکن حد تک اس کا تحفظ ہو اور اگر کوئی حادثہ پیش ہی آجائے تو وہ اس کے لیے مالی طور پر ناقابل برداشت نہ رہے۔

ممکنہ خطرات سے تحفظ اور بہتر مستقبل کے لیے اسلامی تکافل کے بنیادی تصورات قائم ہیں۔اس بناء پر یہ سمینار تکافل کو مذکورہ بالا مقاصد کے حصول کے لیے مروجہ غیر اسلامی انشورنس کمپنیوں اور سود و قمار پر مبنی اداروں کا صحیح اسلامی متبادل فراہم کرنے کے لیے مندرجہ ذیل نکات متفقہ طور پر پیش کرتا ہے:

۱۔ تکافل کی سب سے بہتر اور شریعت کے اصول و مقاصد سے ہم آہنگ صورت یہ ہے کہ اس کی بنیاد خالصتاً تعاون پر ہو اور ممبروں کے لیے سرمایہ کاری کے ذریعہ نفع حاصل کرنے کو اس کے ساتھ جوڑا نہ جائے۔

۲۔ اسلامی تکافل کی تشکیل کے لیے تین شرعی اساس موجود ہیں: ہبہ بالعوض، التزام بالتبرع یا وعدہ ہبہ اور وقف۔مختلف قانونی احوال و ظروف میں ان میں سے کسی کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ تکافل کی مختلف صورتوں کے مروجہ طریقے کار کا جائزہ لینے اور اس سلسلے میں تفصیلی ہدایات مرتب کرنے کے لیے اکیڈمی عن قریب ایک کمیٹی تشکیل دے گی، جس میں کم از کم پانچ علماء نیز انشورنس،مالیات اور قانون سے متعلق تین ماہرین شامل ہوں،جو عمومی طور پر اس مسئلہ میں غور کریں اور ہندوستان کے قانون کے پس منظر میں بھی قابل عمل صورت کی نشاندہی کریں۔

۴۔ تکافل کی جو بھی صورت اختیار کی جائے یہ ضروری ہے کی تمام امور کی نگرانی کے لیے انتظامی کمیٹی کے علاوہ ایک شرعی نگراں

بورڈ بھی قائم کیا جائے جس کو تمام معاملات کے دیکھنے کا پورا اختیار ہو اور اس کا فیصلہ کمیٹی کے لیے ہر حال میں واجب العمل ہو۔

۵۔ یہ سمینار اپیل کرتا ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مصیبت زدہ افراد کی اعانت کے لیے اوقاف قائم کریں، امداد باہمی کی انجمنوں کو وجود میں لائیں، اور مختلف اداروں، کمپنیوں اور پیشوں سے مربوط افراد باہمی تعاون کے ایسے نظام کو فروغ دیں کہ حادثات سے دوچار ہونے والے ساتھیوں کے نقصانات کی تلافی ہو سکے اور معاونین اجر و ثواب کے لیے اس کام کو انجام دیں۔

۶۔ اسلامک فقہ اکیڈمی حکومتِ ہند سے مطالبہ کرتی ہے کہ ربوا و قمار سے پاک تکافل کمپنی اور مالیاتی ادارے کے قیام میں تعاون فراہم کرے اور قانونی رکاوٹوں کو دور کرے۔(23)

۱۲۔ بنک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ

اکیڈمی کے پندرہویں فقہی سمینار بتاریخ ۱۰-۱۲ صفر ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۱-۱۳ مارچ ۲۰۰۶ء بمقام میسور، کرناٹک میں "بنک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ" کے مسائل زیر بحث آئے۔ بینک کریڈٹ کو عربی میں "البطاقات المصرفية / البنكية" کہتے ہیں۔

زیادہ مشہور کارڈ اور فقہی مسائل کے لحاظ سے قابل بحث "کریڈٹ کارڈ" رہا ہے۔ عربی زبان میں کریڈٹ کارڈ کو "البطاقة الائتمانية" کہتے ہیں۔ الائتمان "الأمان" اور "الأمانة" سے باب افتعال کا مصدر ہے، جب کہ الأمان، سچائی، اطمینان، عہد، طرف داری کو کہتے ہیں، اور مامون بہ (جس کے ذریعے دوسرے کو امن والا بنایا جاتا ہے) وہ اعتماد ہے۔ عام ماہرین اقتصادیات کے نزدیک کریڈٹ اس اعتماد کو کہتے ہیں جس کے نتیجے میں کوئی شخص یا مالیاتی ادارہ اسے مستقبل میں ادائیگی کی بنیاد پر ضروریات پوری کرنے کی قدرت دیتا ہے۔ مالیاتی شعبوں میں ائتمان اس قرض کو کہتے ہیں جو بینک کسی بھی شخص کو فراہم کرتا ہے۔[24]

کریڈٹ کارڈ کی اصطلاحی تعریف

مجمع الفقہ الاسلامی جدہ نے اپنے ایک اجلاس جو ۷-۱۲ ذی القعدہ ۱۴۱۲ھ میں ہوا، قرارداد نمبر (۵۶/۱/۷) کے ذریعے کریڈٹ کارڈز کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی ہے: "یہ ایک سند ہے، جو جاری کنندہ ایک عقد کی بناء پر کسی شخص حقیقی یا معنوی کو فراہم کرتا ہے، اور وہ اس کو اس سند کے ذریعے اشیاء کی خریداری اور سہولیات کے حصول پر قدرت دیتا ہے، اس پر فوری ادائیگی واجب نہیں ہوتی کیوں کہ جاری کنندہ اس کی طرف سے ادائیگی کی ذمہ داری قبول کرتا ہے (اس شرط پر کہ وہ بعد میں اسے ادا کر دے گا، بعض جاری کنندہ ایک معین مدت کے بعد غیر اداشدہ بلوں کی مقدار پر جرمانے کے نام سے سودی فوائد حاصل کرتے ہیں"۔(25)

بنک سے جاری کردی مختلف کارڈز میں اس نقطۂ نظر سے بحث ہوئی کہ کن صورتوں میں سود کا معاملہ پایا جاتا ہے اور کس صورتوں میں نہیں؟۔ قرآن و سنت کے واضح احکامات کے مطابق سود حرام ہے، اس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے، کیوں کہ سود کے ذریعے غریب طبقے کا استحصال ہوتا ہے۔

اس پس منظر میں درج ذیل قرار دیں طے پائیں:

۱۔ چونکہ معاملات میں اصل اباحت ہے، اس لیے اے ٹی ایم کارڈ، جس کے ذریعہ مشین سے اپنی جمع کردہ رقم نکالی جاتی ہے، کے استعمال میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

۲۔ ڈیبٹ کارڈ کا استعمال، اس کے ذریعہ خرید و فروخت اور ایک کھاتے سے دوسرے کھاتے میں رقم کی منتقلی درست اور جائز ہے۔

۳۔ اے ٹی ایم اور ڈیبٹ کارڈ کے حصول اور استعمال کے لیے جو رقم ادا کی جاتی ہے، وہ کارڈ کا معاوضہ اور سروس چارج ہے، اس کا ادا کرنا جائز ہے۔

۴۔ کریڈٹ کارڈ کی مروج صورت چونکہ سودی معاملہ پر مشتمل ہے، لہذا کریڈٹ کارڈ یا اس قسم کے کسی کارڈ کا حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔(26)

۱۳۔ بیع الوفاء

اکیڈمی کے بائیسویں فقہی سمینار بتاریخ ۲۵-۲۷ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ مطابق ۹-۱۱ مارچ ۲۰۱۳ء بمقام امروہہ، یوپی میں ''بیع الوفاء'' کے موضوع پر درج ذیل نکات پر اتفاقِ رائے ہوا:

۱۔ بیع وفاء کے موضوع پر تمام مقالات، تحریروں اور بحث مباحثہ کے بعد شرکاء سمینار کو احساس ہے کہ ہمارے معاشرے سے باہمی تعاون اور قرضِ حسنہ کا جذبہ کم اور قرض کی واپسی میں ٹال مٹول کا مزاج بڑھتا جا رہا ہے، اس لیے سمینار امتِ مسلمہ سے اپیل کرتا ہے کہ قرض حسنہ کی جو فضیلت ہے اس کو حاصل کرنے اور قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کی قباحت سے بچنے کی فکر کی جائے، ساتھ ہی ساتھ شریعتِ اسلامی سے اس بارے میں جو رہنمائی ملتی ہے اس پر عمل کیا جائے۔

۲۔ شریعت میں رہن کا مقصد قرض کی وصولیابی کو یقینی بنانا ہے، لہذا قرض دہندہ کے لیے مالِ مرہون سے استفادہ کرنا جائز نہیں، یہ غریبوں کا استحصال اور سودخوری کا ایک ذریعہ ہے۔

۳۔ اگر قرض دہندہ مالِ مرہون سے فائدہ اٹھائے تو انتفاع کے بقدر رقم قرض سے منہا ہوتی جائے گی، یہاں تک کہ اگر قرض کی پوری رقم کے بقدر انتفاع کر چکا ہو تو مالِ مرہون بغیر کسی مطالبہ کے مقروض کو واپس کرنا واجب ہوگا۔

۴۔ اگر کوئی شخص سخت ضرورت مند ہو، اس کو نہ قرضِ حسن ملے اور نہ ہی رہن پر قرض ملے اور وہ نقد رقم حاصل کرنے کے لیے اپنی کوئی چیز کسی کے ہاتھ فروخت کرتا ہے، جب کہ اس کا ارادہ ہو کہ بعد میں اسکو دوبارہ خرید لے گا تو اس کی گنجائش موجود ہے البتہ واپس کریداری کا ذکر اس معاملے کے کرنے کے درمیان میں نہ کیا جائے، بلکہ اس سے الگ باہمی معاہدہ ہو کہ خریدار اسے اسی قیمت پر دوبارہ بائع کو فروخت کردے گا تو ایسا کرنا درست ہوگا، اس صورت میں کہ خریدار کے لیے مبیع سے نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے، تاہم اس سے احتیاط کرنا بہتر ہے۔

۵۔ کسی بھی جائداد، دکان یا مکان کو کرایہ پر لین دین کے لیے ضمانت کے نام سے لی جانے والی رقم شرعاً قرض کے حکم میں ہے۔

۶۔ قرض کی بنا پر کرایہ میں مروجہ اجرت کے مقابلہ میں غیر معمولی کمی (غبن فاحش) ''کل قرض جر نفع فھو حرام '' کے تحت ناجائز ہے۔(27)

۱۴۔ عقدِ مرابحہ کے شرعی اصول

اکیڈمی کے تیسرے فقہی سمینار بتاریخ ۱۶-۱۳ ذی قعدہ ۱۴۱۰ھ مطابق ۸-۱۱ جون ۱۹۹۰ء بمقام بنگلور میں ''عقد مرابحہ کے شرعی اصول'' کا موضوع زیر بحث آیا۔ مرابحہ کا فقہاء کے نزدیک ایک متعین مفہوم ہے۔ اس سمینار میں اسلامی بینکوں میں مرابحہ جن شکلوں میں رائج ہے وہی شکلیں زیر بحث ہوئی۔ مندرجہ ذیل نکات پر منظور ہوئے:

۱۔ مشہور فقہی قاعدہ ہے کہ عقود و معاملات میں مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے محض الفاظ ک اعتبار نہیں ہوتا، لہذا مرابحہ کے نام پر جو معاملات مروج ہیں ان کی حقیقت کا اعتبار ہے محض ان کے ناموں کا اعتبار نہیں ہے۔

۲۔ اسلامی بینکوں میں استعمال ہونے والی مرابحہ کی شکلیں مرابحہ کی معروف شرطوں کے ساتھ اسی صورت جائز ہوں گی جب کہ:

الف۔ بینک کی طرف جاری کردہ مخصوص فارم (Quotation) میں بینک کے ذریعہ فروخت کی جانے والی اشیاء کی نوعیت، ان کی کیفیت (Quality) اور دوسری ضروری صفات واضح طور پر ذکر کی گئی ہوں تا کہ جہالت اور ابہام کی وجہ سے معاملہ کے ہر دو فریق کے درمیان کسی نزاع کا امکان باقی نہ رہے، نیز اس قیمتِ خرید یا لاگت پر بینک کو ملنے والے نفع (قیمت)، اس کی ادائیگی کی مدت اور اقساط کی صراحت کر دی گئی ہو۔

ب۔ یہ درست نہیں ہوگا کہ معاملہ کرتے وقت یہ کہا جائے کہ اگر نقد خریدا جائے گا تو یہ قیمت ہوگی اور اُدھار خریدا جائے تو دوسری قیمت، یا ادھار کی مدت کے کم یا زیادہ ہونے پر قیمت کی کمی اور زیادتی کا ذکر معاملہ کرتے وقت کیا جائے، بلکہ بینک خریدار کو مطلوبہ سامان کا نمونہ دکھا کر وضاحت کرے کہ اس کی قیمت اتنی مدت میں اتنی قسطوں س میں ادا کرنی ہوگی، اور بینک کو اس کی لاگت پر اتنا منافع دینا ہوگا اور یہی بینک سے خریداری کی قیمت ہوگی۔28

۱۵۔ عقدِ استصناع سے متعلق مسائل

اکیڈمی کے تئیسویں فقہی سمینار بتاریخ ۲۸-۲۹ ربیع الثانی وکیم جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ مطابق ۱-۳ مارچ ۲۰۱۴ء میں عقدِ استصناع (یعنی آرڈر پر سامان تیار کرانے کا معاملہ) سے متعلق مسائل زیر بحث آئے، درج ذیل فیصلے اتفاقِ رائے سے کیے گئے:

۱۔ عقد استصناع اصلاً بیع ہے اور یہ ہر اس چھوٹی چیز منقول اور غیر منقول میں جائز ہے جن میں مندرجہ ذیل شرائط پائی جائیں:

(الف)　وہ چیز قابل صنعت ہو۔

(ب)　وہ چیز اس لائق ہو کہ مقدار، وصف، وزن اور سائز وغیرہ کے ذریعہ اس کو متعین کیا جاسکتا ہو۔

(ج)　اس چیز کی تیاری میں میٹریل صانع (آڈر لینے والے) کی طرف سے ہو۔

(د)　اس میں استصناع (آڈر پر خرید و فروخت) کا تعامل اور رواج ہو۔

(س)　عقد کے وقت اس چیز کی جنس، نوعیت، وزن، سائز، ڈیزائن اور دیگر مطلوبہ صفات کی وضاحت اس طرح کر دی جائے کہ کوئی ابہام باقی نہ رہے۔

۲۔　عقدِ استصناع کے بعد فریقین معاملہ کے پابند ہوں گے اور کسی فریق کو دوسرے فریق کی رضا کے بغیر معاملہ کو فسخ کرنے کا اختیار حاصل نہ ہوگا۔

۳۔　صانع (آرڈر قبول کرنے والے) کو اختیار ہوگا کہ وہ سامان خود تیار کرے یا دوسرے سے تیار کرائے، البتہ مُستَصنِع یعنی آرڈر دینے والا اس چیز کے حاصل ہونے سے پہلے کسی دوسرے کے ہاتھ نہیں فروخت کر سکتا۔

۴۔　عقد استصناع میں آرڈر قبول کرنے والے کے لیے بیعانہ کی رقم سے اپنے حقیقی نقصان کی تلافی کرنا درست ہے۔

۵۔　عقدِ استصناع میں مبیع کی حوالگی کی مقررہ تاریخ کی پابندی نہ کرنے کی صورت میں آرڈر دینے والے کو ہونے والے حقیقی نقصان کی تلافی کے لیے فریقین عقد کے وقت اگر کسی شرط پر اتفاق کر چکے ہوں تو اس کے پابند ہوں گے۔(29)

۱۶۔ سونا چاندی کی تجارت سے متعلق مسائل

اکیڈمی کے ۲۶ویں فقہی سمینار بتاریخ ۵-۷ جمادی الثانی ۱۴۳۸ھ ۴-۶ مارچ ۲۰۱۷ء مقام اجین میں سونا چاندی کی تجارت سے متعلق مسائل کے سلسلہ میں تجویز ساز کمیٹی نے درج ذیل تجاویز پر اتفاق کیا:

۱۔　کرنسی سے سونا چاندی خریدا جائے تو یہ بیع صرف نہیں ہے، اس لیے بدلین میں سے کسی ایک کا ادھار ہونا درست ہے۔

۲۔　سونے چاندی کی مقررہ نرخ سے زیادہ کم قیمت پر خرید و فروخت درست ہے۔

۳۔　سونے چاندی کی زیور سازی میں نکلنے والے ذرات کو اجرت بنانا جائز ہے جب کہ مقدار میں ایسی جہالت نہ ہو جو نزاع کا سبب بنے، البتہ بہتر یہ ہے کہ الگ سے اجرت متعین کی جائے۔

۴۔　سونے چاندی کے پرانے زیورات کا نئے زیورات سے کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ جائز نہیں ہے، اگر تبادلہ کرنا ہی ہے تو پرانے کو

قیمتاً بیچ دے اور پھر اس قیمت سے نیا زیور خرید لے۔

۵۔ کمیوڈٹیز ایکسچینج میں سونے چاندی کی اس طرح خرید وفروخت جائز نہیں ہے کہ خریدار کا قبضہ ہی متحقق نہ ہو۔

۶۔ کمیوڈٹیز ایکسچینج میں سونے چاندی کی اس طرح خرید وفروخت کہ کمپوٹر یا ریکارڈ رجسٹر میں اندراج ہو درست نہیں ہے، البتہ اگر خریدار کے لیے اس کی خرید کردہ مقدار الگ کر دی جائے اور اس پر عملی قبضہ ہو جائے تو درست ہے۔

۷۔ کمیوڈٹیز ایکسچینج میں سونے چاندی کی اس طرح خرید وفروخت درست نہیں ہے کہ مبیع اور ثمن پر قبضہ ہی نہ ہوا اور صرف خریداری اور ادائیگی کے وقت نرخ میں جو کمی بیشی آتی ہے اس کا لین دین کر لیا جائے۔

۸۔ گراں فروشی کی نیت سے سونے کی ذخیرہ اندوزی احتکار کے دائرہ میں داخل نہیں ہے، البتہ اس کو روک کر رکھنے کی صورت میں دوسری ضروری اشیاء کی قیمتیں متاثر ہوتی ہوں تو اس سے بچنا چاہیے۔

۹۔ اسمگلنگ غیر قانونی عمل ہے، لہذا اس راستہ سے سونے کی خرید وفروخت سے بچنا چاہیے، لیکن اس راہ سے کسی نے سونے خرید لیا ہے تو وہ اس کا مالک ہے۔

۱۰۔ پلاٹینیم سونا نہیں ہے، لہذا عقود نیز زکوۃ وغیرہ میں اس پر سونے کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔(30)

۱۷۔ نیٹ ورک مارکیٹنگ

اکیڈمی کے سولھویں فقہی سمینار (بتاریخ ۱۰۔۱۳ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ مطابق ۳۰ مارچ۔۲ اپریل ۲۰۰۷ء بمقام رشاد نگر، اعظم گڈھ) میں نیٹ ورک مارکیٹنگ کا موضوع زیر بحث آیا تو مندرجہ ذیل فیصلے کیے گیے:

۱۔ ملٹی لیول مارکیٹنگ کی مروجہ شکلیں مختلف مفاسد کو شامل ہیں، اس میں دھوکہ، غرر، بیع کو ایک غیر متعلق چیز کے ساتھ مشروط کرنا، ایک معاملہ کو دو معاملوں سے مرکب بنا دینا اور شبہ قمار وغیرہ خلافِ شرع باتیں پائی جاتی ہیں، اور خریداروں کا اصل مقصد سامان خرید کرنا نہیں ہوتا ہے، بلکہ غیر معمولی کمیشن حاصل کرنا ہوتا ہے، اس لیے اس میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے۔

۲۔ چونکہ اس میں شرکت جائز نہیں ہے، اس لیے دوسروں کو اس میں شریک کرنا اور نیچے کے ممبروں کی وساطت سے کمیشن حاصل کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

۳۔ مسلمانوں کو اس طرح کے تمام کروبار سے بچنا چاہیے اور کسی بھی ایسی تجارت میں شامل نہیں ہونا چاہیے، جو اسلام کے مقرر کیے ہوئے اصولِ تجارت سے متصادم ہو۔[31]

۱۹۔ تورق کا مسئلہ

بعض دفعہ انسان کو نقد رقم کی ضرورت ہوتی ہے اور اسے کوئی قرض دینے والا نہیں ملتا، لہذا وہ شخص کوئی مال اُدھار زیادہ قیمت پر خرید کر کے کسی تیسرے شخص کے ہاتھ نقد کم قیمت پر فروخت کر دیتا ہے تاکہ اسے نقد رقم حاصل ہو جائے، یہ صورت دورِ قدیم سے رائج ہے، فقہاء حنابلہ کے اس صورت کے لیے ''تورق'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک دو علیحدہ عقد ہونے کی بناء پر یہ صورت جائز ہے۔

دورِ حاضر میں بعض اسلامی بینک اور مالیاتی ادارے تورق کے نام سے بعض معاملات کرتے ہیں، جن کے بارے میں اختلافِ رائے پایا جاتا ہے، اس پس منظر میں سمینار میں غور وخوض اور بحث مباحثہ کے بعد ذیل قرار دایں طے پائیں:

۱۔ اگر اسلامی بینک یا کوئی اور مالیاتی ادارہ قرض لینے والے کے ہاتھ سامان زیادہ قیمت میں ادھار فروخت کر کے کم قیمت میں خود ہی یا اس کا ہی کوئی ذیلی ادارہ خریدتا ہے تو یہ معاملہ ناجائز ہے۔

۲۔ اگر بینک حقیقت میں خرید وفروخت نہیں کرتا بلکہ یہ صرف کاغذی کاروائی ہوتی ہے، تو یہ بھی شرعاً ناجائز ہے۔

۳۔ اگر اسلامی بینک قرض لینے والے کے ہاتھ اپنا کوئی سامان زائد قیمت میں ادہار فروخت کر کے بے تعلق ہو جائے اور خریدار اس سامان کو قبضہ میں لینے کے بعد اپنے طور پر کسی ایسے شخص کے ہاتھ کم قیمت میں نقد فروخت کر دے، جس کا اس بینک سے اس معاملے میں کوئی تجارتی تعلق نہ ہو تو یہ صورت جائز ودرست ہو گی۔[32]

اکیڈمی کے فیصلوں پر ایک سرسری تجزیہ

فقہی اکیڈمی کے مذکورہ بالا فیصلوں پر ایک سرسری تجزیاتی نظر ڈالتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ معاشی ومالیاتی مسائل کے عملی معاملات میں اکیڈمی جو فیصلے ہیں ان کو بنیادی طور پر ہم مندرجہ ذیل تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

۱۔ تخریج یا اجتہاد فی المسائل ۲۔ تحقیقِ مناط ۳۔ تبدیلی عرف اور احوال

اجتہاد فی المسائل یا تخریج

وہ جدید معاملات اور عقود کی صورتیں جن کے بارے میں نصوص، صاحبِ مذہب اور فقہاء سابقہ کے ہاں کوئی واضح اور بے غبار حکم نہیں ملتا ہو، تو ایسے مسائل کے شرعی وفقہی حکم کے بارے غور وخوض کرنے کرنے کے عمل کا نام اجتہاد فی المسائل یا تخریج ہے۔

اکیڈمی کے معاشی فیصلوں میں سے کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت، شیئرز کی خرید وفروخت، حقوقِ مجردہ کو مال کا درجہ دینا، جدید ذرائع ابلاغ

کے ذریعہ عقود و معاملات سے متعلق مسائل اور اس طرح کے اور مسائل ہیں، جنہیں تخریج یا اجتہاد فی المسائل کا عنوان دیا جاسکتا ہے۔

تحقیقِ مناط

وہ معاملات اور امور جن میں نصوص سے ثابت یا مستنبط علت واضح طور پر پائی جاتی ہے اور فقہاء و مجتہدین نے اس کی تطبیق کرکے فقہی حکم جاری کیا ہے۔ اکیڈمی کے فیصلوں میں سے مختلف ممالک کی کرنسی کے تبادلے، بینک انٹرسٹ، تجارتی سود پر ربا کا اطلاق، بیک کارڈز کا حکم، انشورنش پر قمار اور مخصوص حالات میں غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے لیے اس کی اجازت اور قرض کی دستاویزات کو کم یا زیادہ قیمت میں فروخت کرنے کی ممانعت اور اس طرح کے متعدد مسائل ہیں، جنہیں تحقیقِ مناط کے دائرہ میں رکھا جاسکتا ہے۔

تبدیلی حالات و عرف

عرف اور حالات کی تبدیلی کی وجہ سے احکام میں تبدیلی کو قبول کرنا فقہی اصولوں میں سے ایک طے شدہ بات ہے۔ جیسے کرنسی کے اُتار چڑھاؤ کو مدنظر رکھتے ہوئے سونے چاندی میں مہر مؤخر مقرر کرنے کی تلقین، قرضوں کی اشاریہ بندی اور سونا چاندی کی تجارت کے متعدد مسائل اور اس طرح بہت مسائل ہیں جن میں موجودہ عرف یا بدلے ہو حالات کو پیش نظر گیا ہے۔

سیاسی، معاشرتی و سماجی تبدیلی کی وجہ سے بہت سے احکام میں حرج پیدا ہوتا ہے، ایسے مسائل میں اجتماعی رائے سے یا فقہی حنفی کے قولِ ضعیف پر فتویٰ دیا گیا ہے، جیسے دکانات و مکانات کی مروجہ پگڑی کا مسئلہ، وقف کے استبدال کا مسئلہ۔ ایسے کبھی بعض مسائل کا حکم دوسرے مذاہب فقہیہ سے تلاش کیا گیا ہے جیسے طویل المیعاد قرضوں کی زکوۃ سے عدم منہائی، مالِ رہن کو فروخت کرکے اس سے قرض کی وصولی، اسلامی تکافل کے مسائل میں، التزام بالتصدق کا مسئلہ اور حقوق کی خرید و فروخت وغیرہ کے مسائل میں کیا گیا ہے۔

اکیڈمی نے اس کے علاوہ غیر سودی بینک کاری، غیر سودی امدادی سوسائٹیوں اور اسلامی تکافل کے لائحہ عمل پیش کرنے اور عملی قیام کے لیے بڑی کاوش کی ہے۔ اکیڈمی یہ بات انتہائی قابل تحسین ہے کہ امتِ مسلمہ کے اتحاد اور اختلاف و انتشار سے محفوظ رکھنے کے لیے اکیڈمی نے یہ سب کچھ اجتماعی غور و فکر اور باہمی تبادلہ خیال کے ذریعہ انجام پایا۔ جس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مختلف مکاتبِ فکر اور اہل سنت کے مختلف فکری حلقوں کو ایک ساتھ مل بیٹھنے اور اجتماعی مسائل میں متحد و متفق ہو کر کام کرنے کا طریقہ دکھادیا۔[33]

اکیڈمی کا تحقیقی منہج و طریقہ کار:

نئے مسائل پر غور و فکر اور تحقیق و تنقیح کے لیے اکیڈمی نے اپنے منہج کو کئی مراحل میں تقسیم کیا ہے۔ جس کی تفصیل مرحلہ وار درج ذیل بیان کی جاتی ہے:

پہلا مرحلہ: موضوع کا انتخاب: تحقیق کے لیے موضوع کا انتخاب پہلا مرحلہ ہوتا ہے۔ آئندہ سمینار کا موضوع اور عنوان منتخب کرنے کے لیے اکیڈمی سمینار میں شریک حضرات سے تحریری رائے طلب کرتی ہے۔

دوسرا مرحلہ: استفتاء اور سوال نامہ مرتب کرنا: موضوع کے انتخاب کے بعد، دوسرے مرحلے میں موضوع سے متعلق ایک سوال نامہ اور استفتاء مرتب کیا جاتا ہے۔ اس مرحلے کے بارے مولانا خالد سیف اللہ صاحب لکھتے ہیں:

" اس موضوع سے متعلق قابل بحث نکات پر مشتمل سوالنامہ اکیدمی کے سکریٹریز میں سے کوئی ایک مرتب کرتا ہے، پھر جنرل سکریٹری برائے سمینار اس سوال نامہ کو مزید منقح اور واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے بعد اسے اکیڈمی کے ارکانِ انتظامی (جو سترہ ہیں اور سبھی معروف اصحاب علم اور اہل نظر میں سے ہیں) کے پاس غور مکرر کے لیے بھیجا جاتا ہے اور ان کی آراء کی روشنی میں اسے آخری صورت دی جاتی ہے اب یہ سوال نامہ ملک اور بیرونِ ملک کے فقہاء اور ارباب افتاء اور اسکالرز کے پاس بھیجا جاتا ہے اور سوال کا تعلق کسی جدید سائنسی ایجاد یا سماجی مسئلہ سے ہو تو اس کے عملی اور سائنسی پہلو پر ان شعبوں کے ماہرین سے مقالات لکھوائے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں اہل سنت کے تمام مکاتبِ فکر سے متعلق اہم درسگاہوں کے ارباب افتاء، نیز ان کی تمام شخصیتوں کے نام یہ دعوت نامہ جاتا ہے جو تصنیف و تالیف، تدریس قضا یا یا اور کسی جہت سے فقہ سے مربوط ہوں۔"(34)

تیسرا مرحلہ: حاصل شدہ فتاوی و مقالات سے آراء کا خلاصہ تیار کرنا: اہل علم سے حاصل شدہ مقالات اور تحقیقات کی تلخیص تیار کر کے، ان آراء کا ایک خلاصہ تیار کیا جاتا ہے۔ یہ تلخیص شرکائے سمینار میں پہلے ہی تقسیم کی جاتی ہے تاکہ انہیں بحث کرنے میں سہولت ہو۔

چوتھا مرحلہ: عارض کا تقرر کہ ایک رائے کو ترجیحاً منتخب کرنا: چوتھے مرحلے میں ایک عارض کا تقرر کیا جاتا ہے جو تمام آراء کے نکات مرتب کرتے ہوئے، ان کے دلائل کا اختصار سے تذکرہ کرتا ہے اور ان کے باہمی اختلاف کو نمایاں کرتے ہیں اور ایک رائے کو ترجیحاً منتخب کرتے ہیں۔ تمام مقالات کی فوٹو کاپی انھیں فراہم کی جاتی ہے۔ وہ ان مقالات میں پیش کیے ہوئے نقاطِ نظر کو مرتب کرتے ہیں اور جو دلائل آئے ہیں ان کا ذکر کرتے ہیں اور پھر کسی ایک نقطہ نظر کو ترجیح دیتے ہوئے اس کے دلائل اور وجوہ کا ذکر کرتے ہیں۔

پانچواں مرحلہ: شرکائے سمینار کا اپنے مقالات کا اظہار خیال کرنا: اس مرحلے میں شرکائے سمینار اپنی تحقیق و مطالعہ کی تلخیص اور عارض کی بحث کو سامنے رکھتے ہوئے اظہار خیال کرتے ہیں اور تمام ہی شرکاء کو بحث میں حصہ لینے کی اجازت حاصل ہوتی ہے۔ یہ پوری بحث نہایت ہی سنجیدہ اور ٹھنڈے ماحول میں حق اور سچائی کو حاصل کرنے کے جذبے سے باہمی احترام کی رعایت کے ساتھ ہوتی ہے۔ اسی زیر بحث موضوع کی مناسبت سے چند ماہرین بھی سمینار میں شریک ہوتے ہیں۔ انھیں حکم شرعی کے بارے میں اظہارِ خیال کی اجازت نہیں ہوتی

کیونکہ یہ علماء اور ارباب افتاء کا حق ہے۔[35]

چھٹا مرحلہ: ذیلی کمیٹی کا قیام اور آراء کو مرتب کرنا: شرکائے سمینار کے بعد ایک ذیلی کمیٹی بنادی جاتی ہے جو ان آراء کے اتفاقی اور اختلافی پہلوؤں کو نمایاں کرتی ہے اور باہمی اتفاقِ رائے سے شدہ جزئیات کو مرتب کرتی ہے۔

ساتواں مرحلہ: سمینار کی آراء کو محتاط، انداز میں مرتب کرکے طبع کرنا: آخری مرحلے میں سب کمیٹی کی مرتب کردہ آراء کو ایسے محتاط میں کہ متفقہ آراء، غالب ترین اکثریت کی آراء اور اختلافی آراء کی وضاحت کے ساتھ طبع کیا جاتا ہے۔ مولانا خالد سیف اللہ لکھتے ہیں:

''نیز سب کمیٹی کی مرتب کی ہوئی تجویز لوگوں پر مسلط نہیں کی جاتی، جس تجویز پر اتفاق ہوا ہے، اسے متفقہ حیثیت سے ذکر کیا جاتا ہے، جس میں شرکاء کی غالب ترین اکثریت کی ایک رائے ہو اور ایک دو اشخاص کو اختلاف ہو، ان میں پہلی رائے بحیثیت تجویز ذکر کرتے ہوئے اختلاف رکھنے والے حضرات کے نام اور نقطہ نظر کے حاملین کے مناسب تعداد ہو تو تجویز میں اختلاف رائے کا ذکر کرتے ہوئے دونوں نقاطِ نظر کو مساویانہ حیثیت میں بیان کیا جاتا ہے اور ہر رائے کے قائلین میں معروف، نمایاں اور اہم شخصیتوں کا بھی ذکر کردیا جاتا ہے اور جس طرح تجاویز سمینار میں پیش کی جاتی ہیں بعینہ اسی طرح اسے طبع کیا جاتا۔ یہ ہے اکیڈمی کا وہ محتاط، منصفانہ اور شورائی طریقہ غور وفکر جو احکام شرعیہ کے حل کرنے میں اختیار کیا جاتا ہے، اسی لیے ہمیشہ اس کیڈمی کو اکابر علماء ہند کی شفقت وعنایت حاصل رہی ہے۔''[36]

معاصر جدید فقہی اکیڈمیوں کی طرح فقہ اکیڈمی انڈیا کا منہجِ تحقیق وافتاء یہی ہے کہ کسی خاص فقہی مذہب کی پیروی کی پابندی کے بجائے تمام فقہی مسالک کے ذخیرے سے استفادہ کیا جائے۔ اس لیے ان اکیڈمیوں کے فتاویٰ کو ''فقہ اسلامی'' سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ فقہی اکیڈمیوں میں جمع بین المذاہب کے ساتھ افتاء واجتہاد کے عالمی منہج یعنی تمام فقہی ذخیرے سے مساوی استفادہ کی روایت نے جدید مسائل کے حل میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ اکیڈمی نے فکر وتحقیق کی ایک نئی تحریک پیدا کی ہے اور اربابِ افتاء وفضلاء کو نئے مسائل پر غور کرنے، سلف صالحین کے فقہی ذخیرے سے استفادہ کرنے، فقہی اختلاف رائے کو برداشت کرنے اور دوسرے اہل علم سے احترام کے ساتھ اختلاف رائے کا سلیقہ اور حوصلہ دیا ہے۔

References

(1) Postel Address and contact numbers below:
Postel Address: 161-F, Jogabai, P.O.B No: 6479, Jamia Nagri, Nai Dehli, 520011.
Contact: Code (1900) 97718962-110, website: http://ifa-india.org/

(2) Rehmani, Khalid Saifullah (2007), Islamic Fiqh Academy India, (Compiled by) , Mansoori, Muhammad Tahir Ijtimai ijtihad, tasawwur, irteqa aur amali surtein, Islamabad, Islamic research Institute, 2007. P: 248

(3) Islamic Fiqh Academy India, Nae Masail aur fiqh academy Kay Faislay , New Dehli, IFA Publications India, 2017. 2nd edition. P: 13-14

(4) Rehmani, (2007), Islamic Fiqh Academy India, P: 248

(5) Nae Masail aur fiqh academy Kay Faislay , P:16

(6) Qasmi, Mujahid ul Islam , Moulana (Muratib), Jadeed Fiqhi Mabahis, Karachi, Idarat ul Quran wa al-Uloom al-Islamiah, v:01 P: 292-299 , accessed 15-8-2019 Retrieved from https://waraquetaza.com

(7) https://waraquetaza.com/%D8%B1%D8%A7%D8%AC%D8%B3%D8%AA%DA%BE%D8%A7%D9%86-%DA%A9%DB%92-%D8%AC%D8%A7%D9%85%D8%B9%DB%81-%D8%A7%D8%B3%D9%84%D8%A7%D9%85%DB%8C%DB%81-%D8%AF%D8%A7%D8%B1-%D8%A7%D9%84%D8%B9%D9%84%D9%88%D9%85-%D9%85/

(8) Decision on Commercial Interest, Nae Masail aur fiqh academy Kay Faislay , P:222

(9) Nae Masail aur fiqh academy Kay Faislay , P:230-231

(10) Decision on Bank Interest, Nae Masail aur fiqh academy Kay Faislay , P:221

(11) Decision on Currency Note, Nae Masail aur fiqh academy Kay Faislay , P:202

(12) Exchange of different Currencies, Nae Masail aur fiqh academy Kay Faislay , P:203

(13) Nae Masail aur fiqh academy Kay Faislay , P:229

(14) Ibid P:229

15) Decision on Indexation of Loan, Nae Masail aur fiqh academy Kay Faislay , P: 251

(16) Business Transactions by Modern Means of Communication, Nae Masail aur

fiqh academy Kay Faislay , P: 201
(17) Establishment of Islamic Financial Institutions, Nae Masail aur fiqh academy Kay Faislay , P: 232
(18) Munqadah 8-11 Jamadi ul Awal 1410 H / 8-11 December 1989, Nae Delhi.
(19) Guidelines for Islamic Banks, Nae Masail aur fiqh academy Kay Faislay , P: 233-236
(20) Shares and their Sale and Purchase, Nae Masail aur fiqh academy Kay Faislay , P:218
(21) Issue of Shares,Nae Masail aur fiqh academy Kay Faislay , P: 215-217
(22) Decision on Sukuk, Nae Masail aur fiqh academy Kay Faislay , P: 263
(23) Takaful (Islamic Insurance), Nae Masail aur fiqh academy Kay Faislay , P: 259-260
(24) Dr abu Salman Abdul Wahab(2003), Banking Cards, Damascus, Dar ul Qalam, P:34
(25) Majallat Majmaʻal-Fiqh al-Islāmi, Jaddah, vol. 12, no.3, P: 676, accessed 05-09-2019 Retrieved from https://al-maktaba.org/book/8356.
(26) Islamic Fiqh Academy India, Bank se Jari honay waly Mukhtalif Cards key Sharai ahkaam, Karachi, dar ul isha'at, 2008, P: 19-20 also can see : Nae Masail aur fiqh academy Kay Faislay , P: 243
(27) Moden Issue of Bay e Wafa , Nae Masail aur fiqh academy Kay Faislay , P: 261-262
(28) Ibid; P: 208-209
(29) Issue of istisna contract (aqad istisna), Nae Masail aur fiqh academy Kay Faislay , P: 243
(30) Fqihi Issues about Trading of Gold & Silver, Nae Masail aur fiqh academy Kay Faislay , P: 243
(31) Decision on Network and Multi Level Marketing, Nae Masail aur fiqh academy Kay Faislay , P: 243
(32) Issue of Tawarruq, Nae Masail aur fiqh academy Kay Faislay , P: 243
(33) Rehmani, Khalid Saifullah (2007), Islamic Fiqh Academy -India, P: 248

(34) Ibid; P: 253

(35) Ibid; P: 254

(36) Ibid; P: 255